ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 3, Issue 2, (April to June 2022)

ماخذ تحقیقی مجلہ

یوسف نون
پی ایچ ڈی سکالر شعبہ اردو، بہاء الدین زکریا یونیورسٹی، ملتان
ڈاکٹر غلام اصغر
اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ اردو، اسلامیہ یونیورسٹی، بہاول پور
ڈاکٹر طاہر عباس
اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ اردو، اسلامیہ یونیورسٹی، بہاول پور

"شہر خالی کوچہ خالی": ایک کورونائی ناول کا مابعد جدید تناظر

Yousaf Noon
PhD Scholar, Urdu Department, BZU, Multan.
Dr. Ghulam Asghar
Assistant Professor, Urdu Department, Islamia University, Bahawalpur.
Dr. Tahir Abbas
Assistant Professor, Urdu Department, Islamia University, Bahawalpur.

Shehar Khali Kocha Khali": A Postmodern Perspective of the Novel Written in the Covid-19 Scenario

Corona has changed the scenario of world and life. World history is full of epidemics, when these epidemics cause destruction, at the same time they are the great stimulus for literary creations. In Urdu literature, Tatar's novel "Shehar Khali Kocha Khali" is also outcome of the Covid-19 scenario. The novelist has utilized his experience of the Corona encounter in his literary work. In this research article, impacts of Corona on human nature, ideologies, values and environment has been examined through the novel. Corona not only has refuted the man made mega narratives but also has affected the environment a lot. Effects of Corona on environment has been assessed under environmental criticisms. Postmodernism on one hand

refutes the mega narratives and universal truths established by modernism and premodernism, on other hand, it, with the help of environmental philosophy, leads how we can get rid of effects of modernism on environment and how the environment can be rehabilitated.

Key Words: *Postmodernism, epidemic, Covid-19, environmental philosophy, mega narrative, deconstruction.*

کورونا کی وبائی صورت حال نے بہت کچھ بدل کر رکھ دیا ہے۔ اس نے گلوبل ویلج کے حقیقت بنتے خواب کو چکنا چور کرتے ہوئے دنیا کو مرکزیت سے توڑ کر تکثیریت کی طرف راجع کیا ہے۔ ہم اس امر کے لیے مجبور ہیں کہ مرکز گریز رویہ یعنی تکثیریت، اپنائیں اور تمام مذہبی، سیاسی، سماجی اور ثقافتی مہابیانیوں کی رد تشکیل سے نت نئے چھوٹے بیانیے تشکیل دیں۔ کورونا نے ایسی غیر یقینی صورت حال کو بڑھاوا دیا ہے، جس سے خود انسان کا اپنا وجود ایک غیر یقینی شے ہو گیا ہے تو اس کے قائم کردہ نظریے یا بیانیے کیوں کر قائم بالذات رہ سکتے ہیں۔ تارڑ کا ناول "شہر خالی، کوچہ خالی" اسی چیز کی غمازی کرتا ہے۔

یہ ناول مصنف کی کورونا آپ بیتی بھی ہے اور کورونا جگ بیتی بھی۔ ناول کی کہانی تو ایک بوڑھے کے کورونا کے دوران بیتے شب و روز کی داستان ہے۔ ناول کا پلاٹ واحد متکلم کے صیغہ میں کورونائی صورت، لاک ڈاؤن، اس دوران کورونا متاثرہ ہونا، قرنطینہ، قرنطینہ سے انتہائی نگہداشت کی کورونا وارڈ سے امید و ناامید کی کشمکش سے گزرتا ہوا واحد متکلم کی صحت یابی پر اختتام پذیر ہوتا ہے۔ ناول کا آغاز فاختہ کے محو پرواز منظر نامہ سے ہوتا ہے، جو وبا کے بے انت پانیوں پر اس لیے مسلسل محو پرواز ہے کہ وہ خشکی (وبا سے امن) کی متلاشی ہے۔ ناول میں کئی جگہوں پر فاختہ نمودار ہوتی ہے، جو اپنے مشن کی تکمیل کے لیے مسلسل سرگرداں یقینی و غیر یقینی کی صورت حال سے گزرتی نظر آتی ہے۔ اس کے اندر کئی وسوسے اور سوالات ہیں۔ اسے خشکی کا کوئی قطعہ ملے گا بھی یا نہیں؟ یا بے انت وبا کے پانیوں میں اس کا انت ہو جانا ہے۔ فاختہ کے لیے خشکی کا ملنا (وبا کا چھٹنا) ہی نوع انسانی کے لیے بقا کا ضامن ہے۔ اس خشکی کا کہیں نام و نشان بھی نہیں ہے۔ امن کی علامت یہ فاختہ وبا سے امن اور بنی نوع انسان کی بقا کا سندیس لیے وبا کے بے انت پانیوں پر خشکی (وبا سے چھٹکارا) کے نشان تلاشنے میں سرگرداں ہے۔ فضا کی بلندیوں پر وبا کے پانیوں کے اوپر پرواز کرتی اس فاختہ کو خشکی کا ایک نکتہ کہیں دور سجھائی دیتا ہے اور وہ پر سمیٹ کر زندگی کی تلاش میں اس خشکی کے

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 3, Issue 2, (April to June 2022)

ماخذ تحقیقی مجلہ

نکتہ کو مرکوز کر کے اترتی ہے تو سامنے خشکی کا وہ قطعہ اس بوڑھے و بازدہ واحد متکلم کی منڈیر ہے۔ راوی وبا سے شفا یاب ہو کر اپنے کمرے کی کھڑکی کے سامنے کھڑا ہو کر اس امن کی فاختہ کا خیر مقدم کرتا ہے، جو نوع انسانی کی بقا کا سندیسہ لائی ہے۔ اس ناول کا آغاز فاختہ سے ہو کر حقیقت، جادوئی حقیقت نگاری اور فینٹسی کے تال میل سے آگے بڑھتے ہوئے فاختہ ہی اختتام پذیر ہوتا ہے۔

کورونا وائرس چین کے ایک قصبہ ووہان میں چوہوں کے کھانے سے انسان میں منتقل ہوتا ہے اور دیکھتے ہی دیکھتے پوری دنیا کو اپنی لپیٹ میں لے لیتا ہے۔ ''شہر خالی، کوچہ خالی'' میں تارڑ فینٹسی کے زور پر ایک غیر مرئی ہرن کا کردار تخلیقا ہے، جو صرف واحد متکلم کو نظر آتا ہے اور مکالمہ کرتا ہے۔ ہرن کا مکالمہ فطرت کے کئی رازوں سے پردہ اٹھاتا ہے۔ کورونا وبا کے پھوٹنے کی اصل وجہ خود حضرت انسان ہی ہے۔ ہرن کورونا وبا کے پھوٹنے اور پھیلنے کی توجیہہ کچھ یوں پیش کرتا ہے:

> ''اس وبا نے ہماری بد دعاؤں سے جنم لیا ہے۔ تم وہاں ہوا کرتے تھے اپنی بستیوں کی فصیلوں کے اندر اور ہم ان کے باہر تھے۔ اپنے جنگلوں کی عافیت میں۔۔۔ تمہارے اور ہمارے درمیان ویرانوں اور بے آباد وسعتوں کے سلسلے تھے جو تمہیں اور ہمیں بھی محفوظ رکھتے تھے۔۔۔ پھر تم نے سؤروں کی مانند بچے جننے شروع کر دیے، اتنے بچے جنے کہ بستیوں میں گنجائش نہ رہی اور تم ہمارے جنگلوں اور صحراؤں پر قابض ہو گئے۔۔۔ ہمیں اپنی سرزمین سے بے دخل کر دیا۔۔۔ یوں جب انسانوں اور حیوانوں میں محفوظ فاصلے نہ رہے، دونوں قریب آ گئے تو ایسی بیماریاں جو صرف جانوروں میں پائی جاتی تھیں، انسانوں میں منتقل ہونے لگیں، یہ وبا ابھی تو ابتداء ہے۔۔۔ تم نے قدرت کے نظام کی خلاف ورزی کی ہے، اس لیے تمہاری بساط سمیٹی جا رہی ہے۔۔۔ تمہیں اپنے کیے کی سزا مل رہی ہے۔''(۱)

اس کائنات میں زمین وہ واحد کرہ حیات ہے جو انسانوں اور دیگر حیاتیات و نباتات کی بقاو رہائش کی ضامن ہے۔ انسان اس کرہ حیات کی واحد مخلوق ہے جو اسے برباد کر کے اپنے حق میں خود کانٹے بو رہا ہے۔ یہ ایک ایسا خود کش عمل ہے جس کے جلد یا بادیر نتائج سامنے آ رہے ہیں۔ ماحولیاتی تنقید (Ecocriticism) ماحولیاتی بگاڑ کا اصل

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 3, Issue 2, (April to June 2022)

ماخذ تحقیقی مجلہ

سبب بشر مرکزیت (Anthropocentrism) بیانیے کو قرار دیتے ہوئے اسے یکسر رد کرتی ہے۔ انسان اشرف المخلوقات کے زعم میں بیماری کی حد تک مبتلا ہو کر اس کرہ حیات کی دیگر مخلوقات کو اپنے لیے مسخر سمجھتے ہوئے، ماحولیاتی بگاڑ کا سبب بن رہا ہے۔[۲] ماحولیاتی مسائل کا اصل سبب یہی بیانیہ ہے، ناول میں جسے پورے طور پر رَد کیا گیا ہے۔ سوائے انسان کے اس کائنات کی ہر چیز توازن کی قائل ہے۔ واحد متکلم جب اس غیر مرئی ہرن سے گھر کے سامنے کی ہر بھری گھاس کھا کر اجاڑے جانے کی شکایت کرتا ہے تو ہرن جواباً کچھ یوں مخاطب ہوتا ہے:۔

> ''کیا تم نے کبھی کوئی ایسی چراگاہ دیکھی ہے جس تک رسائی صرف حیوانوں کی ہو اور وہ اس گھاس پر ہمہ وقت منہ مارتے رہتے ہیں اور یوں وہ چراگاہ گھاس سے عاری ہو جائے۔۔۔ نہیں گھاس ہمیشہ اتنی ہی گھنی رہتی ہے، کبھی کم نہیں ہوتی۔۔۔ گھاس اور اسے چرنے والے حیوانوں کے درمیان فطرت کی جانب سے ایک توازن برقرار رہتا ہے۔ اگر گھاس محض چرنے سے نابود ہو جائے تو وہ چراگاہ نہ رہے ایک چٹیل میدان ہو جائے اور ایسا کبھی نہیں ہوا۔۔۔ یہ صرف انسان ہے جو چراگاہوں کو اجاڑ دیتا ہے۔''[۳]

انسان کی طرح اس کرہ حیات کی دیگر مخلوقات نظام فطرت سے مخالف ہو جائیں تو یہ کائنات تباہ و برباد ہو کر رہ جائے گی۔ گوشت خور جانوروں کو گوشت اور گھاس خور جانوروں کو گھاس میسر نہ آئے۔ انسانوں کے علاوہ تمام دیگر جان دار ایک خاص نظام کے تحت اپنا حصہ بقدر جثہ وصولتے ہیں۔ ضرورت کے اس نظام کے تحت ماحولیاتی توازن قائم رہتا ہے۔ شیر یا دیگر گوشت خور جانوروں کے اپنی غذا کے لیے شکار کے عمل سے آج تک کسی دوسرے جانوروں کی بقا کو معدومیت کا خدشہ کبھی درپیش نہیں ہوا، ورنہ خود گوشت خور جانوروں کی نسل معدوم ہو کر رہ جاتی۔ انسانی فطرت میں ایک عجب دیوانگی پائی جاتی ہے کہ وہ کھانے سے زیادہ اجاڑتا اور ضائع کرتا ہے، اس سبب حضرت انسان کے طفیل کئی مخلوقات معدومیت کے خدشے سے دوچار ہیں۔ ناول کا غیر مرئی کردار جو کہ ایک ہرن ہے، وہ نانگا پربت کے دامن میں موجود ہزاروں سالہ قدیم داستانوی چراہ گاہ کی مثال دیتا ہے۔ اس ''فیئری میڈوز'' نامی چراگاہ سے متعلق ایک اساطیر مشہور ہے کہ یہاں راتوں کو پریاں اترتی ہیں مگر جب سے انسان کی یہاں تک رسائی ممکن ہوئی ہے پریاں تو درکنار گھاس تک معدوم ہو گئی ہے۔

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 3, Issue 2, (April to June 2022)

ماخذ تحقیقی مجلہ

کورونا وبا کی صورت فطرت کے انتقام نے انسان کو اپنی عالی شان رہائش گاہوں میں مقید کر دیا ہے۔ یہ رہائش گاہیں، رہائش گاہوں کی بجائے عالی شان عقوبت خانے لگتے ہیں۔ زمینی اور فضائی رابطے منقطع ہونے کے سبب فضا میں ہوائی جہازوں کے دھاڑنے سے پیدا شدہ ارتعاش اور سڑکوں پر بے ہنگم ٹریفک کا شور نہ ہونے کے سبب صوتی آلودگی میں بہت حد تک کمی واقع ہوئی ہے۔ وبا سے بچاؤ کے لیے سماجی فاصلے اور لاک ڈاؤن کے مثبت اثرات تارڑ نے اپنے اس ناول میں دکھائے ہیں۔ اس ساری صورت حال کے راوی واحد متکلم سے جب ہمارا تعارف ہوتا ہے تو وہ ایک ادھیڑ عمر شخص ہے۔ بوڑھاپا غلبہ پا رہا ہے، جو خود ایک مہلک بیماری سے ہر گز کم نہیں ہے، جب آتا ہے تو اکیلا نہیں آتا۔ اپنے ساتھ کئی رفیق کار لاتا ہے۔ بیسیوں بیماریوں نے گھیر رکھا ہے: آرتھرائٹس کی آمد آمد ہے، فشار خون قابو سے بے قابو ہے، ایک کان سے بالکل سنائی نہیں دیتا جسے وہ خود نمائشی کان قرار دیتا ہے۔ دوسرے کان کا وجود تو ہے مگر وہ جزوی طور پر کار آمد ہے۔ پوری شخصیت "منہ میں دانت نہ پیٹ میں آنت" کے مصداق ہے۔ کورنا کے دوران لاک ڈاؤن کے سبب صوتی آلودگی میں جو بہت حد تک کمی آئی ہے۔ اس سبب واحد متکلم کی سماعتوں پر بہت اچھے اثرات مرتب ہوئے ہیں۔ اب تو ناکارہ کان بھی کام کرنے لگا ہے۔ واحد متکلم اپنے تاثرات کچھ یوں بیان کرتا ہے:۔

> "اس تنہائی کے ساتھ جو خاموشی چلی آئی ہے وہ میرے لیے مفید ثابت ہو رہی ہے۔ کورونا کی آمد پر لاک اپ کے نفاذ کے بعد "نے پر پروانہ سوز دے چراغے نے گلے" والی کیفیت جو طاری ہو چکی ہے اور شہر خالی کوچہ خالی، جام خالی ایسا خالی پن مقدر ہو چکا ہے تو اس میں ایک نابالغ سا معجزہ رونما ہو گیا ہے۔۔۔ خاموشی کی وجہ سے میں اب بہت بہترین سن سکتا ہوں، لگتا ہے کہ سماعت جتنی بھی تیز تھی اس کی حس خاموشی کی سان پر چڑھ کر تیز دھار ہو گئی ہے۔۔"(۴)

اس خود ساختہ قید انسانی میں انسان اپنے عقوبت خانوں میں بند اور دیگر مخلوقات آزاد دندناتی پھر رہی ہے۔ جانور اور پرندے انسان سے اپنی اصل جگہیں واگزار کرا چکے ہیں۔ پرندے عرصہ دراز بعد اپنے آبائی وطن کو لوٹ رہے ہیں۔ انسانوں کے مقید ہونے کے سبب درخت اور ان کے پھل پھول محفوظ ہیں، جو آنے والے پرندوں کی غذا ہیں۔ واحد متکلم کی منڈیر پر پرندوں کا تھیٹر ہے، مختلف پرندے اس تھیٹر کے سٹیج پر آ کر اپنا اپنا کردار ادا کرتے

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 3, Issue 2, (April to June 2022)

ماخذ تحقیقی مجلہ

نظر آتے ہیں۔ واحد متکلم اپنی منڈیر کے تھیٹر پر ان پرندوں کے اداکردہ کردار اور گفتار سے محظوظ ہو کر تنہائی کے دن بیتا رہا ہے۔ صوتی آلودگی میں کمی کے سبب پرندوں کی چہکار میں ایک عجب گھن گرج سنائی دیتی ہے۔ انسان کے بنائے ہوئے پرندوں کی کانوں کو چیرنے والی آوازیں فنا میں اتر چکی ہیں اور اس خاموشی سے فائدہ اٹھاتے ہوئے رنگ برنگے پرندے اپنے گھونسلوں سے باہر نکل آئے ہیں۔ پرندے تر و تازہ فضا کو اپنی چہکاروں سے مترنم بنائے ہوئے ہیں۔[۵] صاف شفاف اور نتھری فضاؤں میں ان کے یہ نغمے دور دور تک محظوظ کر رہے ہیں۔

لاک ڈاؤن سے جہاں فطری ماحول اور اس ماحول کے باسیوں کو بے پناہ فائدہ پہنچا ہے وہیں چند ایک منفی اثرات بھی دیکھے جاسکتے ہیں۔ مزدور پیشہ افراد کی زندگی بے حد مشکل ہو گئی ہے۔ پاکستان ایسے ترقی پذیر ملک میں مجموعی آبادی کا چھیاسٹھ فیصد حصہ خط غربت کے نزدیک ترین زندگی گزار رہا ہے۔ گیلپ سروے کے مطابق وبا کے نتیجے میں بے روزگاری کی شرح اٹھائیس فیصد تک پہنچ سکتی ہے۔ اگر لاک ڈاؤن طویل المدتی ہوتا ہے تو یہ تعداد اٹھائیس فیصد سے تجاوز کر کے تیس فیصد تک پہنچنے کے قوی امکانات ہیں۔ اس طرح بے روزگار افراد کی تعداد ۲۰۶۴ ملین کو پہنچ سکتی ہے۔[۶] ناول میں ایسے طبقے کے معمولات کو زیادہ جگہ تو نہیں دی گئی مگر ایک جھلک ضرور پیش کی گئی ہے۔ یہ بے روزگار طبقہ کورونا سے تو شاید بچ جائے مگر بھوک زندہ چھوڑنے والی ہر گز نہیں۔ ایسی صورت حال میں وہ لوگ کورونا سے متعلق تمام حفاظتی اقدامات کو چھوڑتے ہوئے ہر لنگر اور راشن وغیرہ تقسیم کرنے والی جگہ پر رش ڈالے نظر آتے ہیں۔ واحد متکلم ایسے طبقے کے افراد میں گھر کر کرونا وائرس سے متاثر ہوتا ہے۔

کورونا کی ضابطہ بندی کے سبب جہاں بہت سے جاندار خوش و خرم اور آزاد چہلیں کرتے نظر آتے ہیں۔ وہیں بہت سوں کو خوراک کی کمی کا سامنا بھی ہے۔ لاک ڈاؤن نے انہیں بہت زیادہ متاثر کیا ہے۔ ناول میں ہمیں ایک جھلک ایسی بلیوں کی نظر آتی ہے جو کراچی میں کوڑے کے ڈھیروں سے شکم سیر ہوتی تھیں۔ اب انہیں کوڑے کے ڈھیروں سے بھی کچھ نہیں مل رہا، اور کئی بیچاری بلیاں بھوکوں مر چکی ہیں۔ واحد متکلم لاک ڈاؤن کی طویل تنہائی سے اکتا کر داتا صاحب دربار پر موجود کبوتروں کی سیوا کے لیے دانوں کی پوٹلی لیے جاتا ہے۔ داتا صاحب پہنچ کر واحد متکلم حیران رہ جاتا ہے کہ جو ہر طرف کبوتر ہی کبوتر ہوا کرتے تھے، اب ان کا نام و نشان نہیں تھا۔ ملنگ بابا سے استفسار کرتا ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ کبوتر مر چکے ہیں:

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 3, Issue 2, (April to June 2022)

ماخذ تحقیقی مجلہ

"کبوتر کیسے مر گئے؟" جیسے بھکاری کو بھیک نہ ملے تو وہ مر جاتا ہے مولا۔۔۔ ایسے۔۔"
وہ لمحہ بہ لمحہ حواس میں آرہا تھا۔۔۔ "ان کبوتروں کو عادت ہی نہ تھی کہ خود سے اپنا دانہ دُنکا تلاش کریں۔۔۔ زائرین پوٹلیاں بھر بھر کر لاتے تھے اور صحن میں بکھیر دیتے تھے۔۔۔ اب کتنے دن ہوگئے ہیں ادھر کوئی آتا ہی نہیں، لوگوں کو اپنے دانے پانی کی پڑی ہے کبوتروں کو کہاں کھلائیں۔"(۷)

ماحولیاتی تنقید انسان مرکز بیانیے کی اس طور پر رد تشکیل کرتی ہے جس طور پر تانیثیت مرد مرکز بیانیے کی ردِ تشکیل کرتی ہے۔ ماحول سے جڑا تنقیدی فلسفہ انسان کو اشرف المخلوقات ماننے سے انکاری ہے۔ انسان قدرت کی انوکھی تخلیق ہر گز نہیں، دیگر مخلوقات کے برابر اور متوازن ماحول کا ایک جزو ہے۔ اسی طرح ہی تانیثیت مرد و عورت کو ایک سی مخلوق اور برابری کا درجہ دیتی ہے۔ جس طور رانسان مرکز بیانیہ فطری ماحول اور اس میں قیام پذیر دیگر مخلوقات کے استحصال کا سبب ہے، بالکل اسی طرح مرد مرکز بیانیہ فطرت کے ایک بہت ہی اہم جزو یعنی عورت کے استحصال کا سبب ہے۔ عورت مرد کی نسبت فطرت سے بہت زیادہ قریب ہے۔ مرد وہ ہستی ہے جو بیک وقت فطرت اور فطرت کے اہم جزو عورت کے استحصال کے درپے ہے۔ تنقید کے اس پہلو کو ماحولیاتی تانیثیت (Ecofeminisim) کا نام دیا جاتا ہے۔ ایکو فیمینزم مرد کے ہاتھوں بیک وقت ماحول اور عورت کے استحصال کو موضوع بناتی ہے۔ ایکو فیمینزم کا ایک اہم پہلو یہ بھی ہے کہ فطرت اور صنف نازک میں موجود مطابقتیں تلاشی جاتی ہیں۔ ناول میں فاختہ وبا کے بے کراں پانیوں پر محو پرواز ہے اور اسے کہیں بھی خشکی کا کوئی سراغ نہیں ملتا، موت یقینی ہے، ایسے وقت میں اپنوں کی یاد ایک فطری عمل ہے۔ وہ سوچتی ہے کہ میں مر جاؤں تو اتنا دور میری تدفین پر کون کون آئے گا۔ بہت سارے پرندوں کے نام خیال میں گھومنے لگتے ہیں، جیسے ہی اپنے نر (Male) کا خیال آتا ہے تو ساتھ ہی مرد کی فطرت میں شامل بے وفائی کا خوف بھی لاحق ہے کہ مرد کا کیا اعتبار وہ نہ آئے اور وہیں کشتی پر بیٹھا دوسرے پرندوں کی ہمدردیاں سمیٹتا رہے۔ واحد متکلم کی منڈیر جسے وہ پرندوں کی تھیٹر کا نام دیتا ہے، وہ اس منڈیر پر اچھلتی کودتی چڑیوں کو لڑکیوں بالیوں سے تشبیہ دیتا ہے۔ تارڑ کے ہاں لڑکیوں اور چڑیوں کی تشبیہ میں وجہ شبہ کا شوخ چنچل پن اور دونوں کا نچلا نہ بیٹھا جانا ہے:

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 3, Issue 2, (April to June 2022)

ماخذ تحقیقی مجلہ

" وہ پل بھر کے لیے چین سے نہ بیٹھی تھیں، منڈیر پر اچھلتی کودتی پھرتی تھیں۔۔۔۔ جیسے شوخ وشنگ بالڑیاں ہوں۔ جوانی میں قدم رکھتی لڑکیاں بالیاں ہوں جنہیں چین ہی نہیں آتی۔ لڑکیوں کو بھی تو ہمارے ہاں چڑیاں کہا جاتا ہے۔ ساڈھا چڑیاں دا چنبہ وے بابل اساں اڈ جاناں اے۔"(۸)

ماحولیاتی تنقید کا ایک اہم پہلو مارکسی ماحولیات کا ہے۔ مارکسی ماحولیات انسان کے فطرت پر بے جا تصرف اور ماحولیاتی وسائل کے غیر منصفانہ تصرفیت اور صارفیت کو اپنا موضوع بناتی ہے۔ انسان اپنے ماحول سے بہت کچھ لیتا ہے، جس کا شمار ہی نہیں، اور بدلے میں سوائے زہریلی گیسوں اور فاضل مادوں کے کچھ نہیں دیتا۔(۹) ماحولیاتی تنقید انسانی کردار کو ایک بورژوا کے طور پر دیکھتی ہے۔ یہاں ماحول پرولتاریہ کے طور پر سامنے آتا ہے، جو استحصال زدہ طبقہ کی علامت ہے۔

ناول میں ہرن واحد متکلم سے مکالمہ کے دوران حضرت انسان کی طرف سے ان کی آبائی رہائش گاہوں پر تصرف کے خلاف نالہ آہ وبکا بلند کرتا ہے۔ جہاں پر واحد متکلم کا بنگلہ ہے، اس جگہ کو ہرن اپنی قدیم آبائی جگہ قرار دیتا ہے۔ اپنے آپ کو اصل زمیں زاد اور واحد متکلم کو ایک نو آبادکار گردانتا ہے۔ حضرت انسان بہت سے زمین زادوں کو بے دخل کرکے نو آبادکار کا کردار ادا کرتا ہے۔ ماحولیات کا یہ گوشہ مابعد نو آبادیات سے روشنی لے کر ماحولیاتی مابعد نو آبادیات کے نام سے موسوم ہے۔ مابعد جدیدیت ماحول کو جدیدیت سے پہنچنے والے لامحدود نقصان کے ازالے کی کوشش ماحولیاتی فلسفے کے ذریعے کرتی ہے۔

کرونا وائرس نے کئی مہابیانیوں کی قلعی کھول کے رکھ دی ہے۔ جب خود انسان کو اپنی معدوم کے خطرات لاحق ہیں تو پھر اس کے قائم کردہ نظریات وبیانیات کیوں کر قائم بالذات رہ سکتے ہیں۔ وبا نے ثابت کر دیا ہے کہ اس جنگ کو جیتنے کے لیے زہریلے کیمیائی ہتھیاروں کی بجائے وینٹی لیٹرز اور طبی آلات کی ضرورت ہے۔ وینٹی لیٹروں کی کمی کے سبب بزرگ مریضوں پر ان کا استعمال وقت اور وینٹی لیٹر کا ضیاع جانا جارہا ہے۔ وینٹی لیٹر کے حصول کے لیے ایک مریض دوسرے کی موت کا منتظر ہے۔ کورونا وائرس سے کئی سائنسی کرشمے ماند پڑ چکے ہیں۔ ہم نے جنگی جنوں میں مبتلا ہو کر جو ساز وسامان اکٹھا کیا تھا، اس کی وقعت صفر سے بھی صفر ہو کر رہ گئی ہے:

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 3, Issue 2, (April to June 2022)

ماخذ تحقیقی مجلہ

" اس کے بنائے گئے ہوائی جہاز کھلونے کر دیئے گئے جہاں کہیں تھے انہیں حنوط کر دیا گیا۔ ہلاکتوں کے سامان سے آراستہ سب بحری بیڑے۔۔۔ جنگی جہاز، ائیر کرافٹ کیریئر سب ناکارہ کر دیئے گئے۔۔۔ جن سمندروں پر راج تھا، کاغذ کی کشتیوں سے بھی حقیر ہو گئے۔۔۔ آبدوزیں جن کے بطن سے دور مار میزائل چھوٹتے تھے انہیں زنگ لگ گیا۔۔۔ وہ سمندروں کی تہہ میں گندے چیتھڑوں کی مانند پڑی تھیں۔۔۔ ہائیڈروجن اور ایٹم بموں میں بُھس بھر دیا گیا۔۔۔ ہلاکتوں کے جتنے سامان ایجاد کیے گئے۔۔۔ وبا کے سامنے سسکے رہے تھے، ٹھس ہو گئے تھے۔"(۱۰)

انسان اپنے آپ کو دیگر مخلوقات سے افضل و مہذب گردانتا ہے۔ کچھ اقوام دیگر پر اپنی تہذیبی برتری کی دھاک بیٹھاتی ہیں، وبا کے آغاز اور لاک ڈاؤن کے لاگو ہوتے ہی کئی ایسی نام نہاد مہذب اقوام کی تہذیبی برتری کی قلعی کھل کر سامنے آجاتی ہے، لاک ڈاؤن کا اعلان ہوتے ہی زیادہ سے زیادہ اشیاء خورد و نوش ذخیرہ کرنے کی ہوس، لوٹ مار اور چھینا جھپٹی کے رپورٹ ہوتے واقعات ایسے مہذب معاشروں پر بہت بڑا سوالیہ نشان ہیں۔ ارسطو کا یہ قول "Man is a social animal" ایک بیانیے کے طور پر سامنے آتا ہے۔ انسان رشتوں، ناتوں اور سماجی ضرورتوں کے پیش نظر سماجی جانور کا روپ دھار چکا ہے۔ کورونا وائرس نے اس بیانیے کی رد تشکیل کر دی ہے۔ کورونائی صورت حال نے اس فلسفیانہ بیانیے کی ایسی رد تشکیل کی ہے کہ اب انسان ایک دوسرے کے سائے سے بھی ڈرتا ہے:

"کہا تو یہی جاتا ہے کہ انسان سوشل اینیمل ہے، اسے اپنے جیسے انسانوں کی رفاقت درکار ہوتی ہے لیکن جس طور اس مسلسل نظر بندی کے باعث بیشتر انسانوں کی طبع میں فرق آتا چلا ہے، ان کی خصلت دھیرے دھیرے بدل رہی ہے، ان کی نفسیات میں تبدیلیاں رونما ہو رہی ہیں تو کرونا کے دنوں میں جب کہ ہم اپنے دوستوں اور قریبی رشتے داروں سے بھی کٹ چکے ہیں تو یہ نظریہ کہ انسان ایک سوشل اینیمل ہے بھی باطل ہوتا نظر آتا ہے۔۔۔ میرا جی ہی نہیں چاہتا کہ میں کسی سے بھی یہاں تک کہ

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 3, Issue 2, (April to June 2022)

ماخذ تحقیقی مجلہ

اپنے سگے رشتے داروں سے بھی ملوں۔۔۔ کسی کی شکل دیکھنے یا گفتگو کرنے کی خواہش دم توڑ رہی ہے۔"(۱۱)

انسانی سرگرمیاں محدود ہونے اور ان میں یک رُخے پن سے زندگی کا وہ پہلے جیسا تنوع نہیں رہا۔ کرنے کو کچھ نہیں رہا، ایسا لگتا ہے کہ ہر شخص مخصوص سکرپٹ کا کردار نبھا رہا ہے، جس کا کوئی عمل بھی اپنے تابع نہیں ہے۔ جدیدیت کے پیش نظر زندگی مشینری کی زد میں آکر مشین ہو گئی ہے۔ ہر فرد تنہائی کا شکار ہے اور وقت ہے کہ کٹنے کا نام ہی نہیں لیتا۔ کورونا سے موت کے منہ میں پڑے ہوئے مریض کسی سکہ بند ایثار و قربانی کے نظریہ پر عمل پیرا ہونے کی بجائے زندگی کے حریص نظر آتے ہیں۔ انہیں ہر قیمت پر وینٹی لیٹر چاہیے خواہ یہ ضرورت ساتھ پڑے مریض کی موت سے ہی پایہ تکمیل کیوں نہ ہو۔

ہمارے سماج میں مہمان کو خاص قدر و منزلت حاصل ہے، اسے رحمت سمجھا جاتا ہے۔ اس کی آمد کو بابرکت اور رزق میں کشادگی کا سبب تصور کیا جاتا ہے۔ منڈیر پر بیٹھ کر مہمان کی خوش خبری دینے والے کوے کی چوریوں سے خاطر مدارت کی جاتی ہے۔ منڈیر پر بیٹھے کوے کی "کائیں کائیں" پر اظہارِ خوشی کی اسطورہ کو وبا نے یکسر رد کر دیا ہے۔ وبا کے دنوں میں کوے کا "کائیں کائیں" کرنا خوشی کی علامت رہا ہے اور نہ ہی مہمان یا کسی پیارے کی آمد باعث برکت و رحمت ہے۔ وبا کے دنوں میں مہمان کی آمد موت کا پیش خیمہ ٹھہرتی ہے۔ موت مہمان ہے یا مہمان موت ہے فرق کرنا ممکن نہیں رہا ہے:

> " ویسے کوؤں کا منڈیر پر آبیٹھنا اچھا شگون نہیں ہے۔ روائت ہے کہ جس گھر کی منڈیر پر کوا بولے وہاں مہمان کی آمد ہوتی ہے۔۔۔ اور ان دنوں تو گھر سے کوئی نکلتا ہی نہیں تو مہمان موت کے سوا اور کون ہو سکتا ہے۔ تو میرے منڈیر پے نہ بول، جا کاگا، کاگا جا۔ مجھے ان دنوں مہمان درکار نہیں، جا کسی اور منڈیر پر بول کاگا۔"(۱۲)

مابعد جدیدیت ہر مذہب کو ایک مہابیانیہ قرار دے کر رد کرتی ہے۔ کورونا وبا نے مذہبی اقدار میں لچک پیدا کرنے پر مجبور کر دیا ہے۔ مذاہب نے اپنی عبادت کے طور پر اطوار اور دیگر سماجی اقدار میں وسعت لا کر موجودہ وبائی صورت حال کے عین مطابق اپنے آپ کو بدلا اور کئی نئی چیزوں کو جگہ دی ہے۔ شراب اسلام میں حرام اور نجس العین ہے۔ خوشبو یا پرفیوم ایسا تلاشا جاتا ہے جو الکوحل کی آمیزش سے پاک ہو۔ مشروبات بھی خاص اہتمام سے

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 3, Issue 2, (April to June 2022)

ماخذ تحقیقی مجلہ

الکوحل فری استعمال کیے جاتے ہیں۔ کئی لوگ تو اس معاملے میں خاصے محتاط واقع ہوئے ہیں کہ وہ ایسی ادویات، ٹوتھ پیسٹ یا مابعد شیو لوشن بھی ایسا استعمال کرتے ہیں جن میں ذرا برابر بھی الکوحل کی آمیزش نہ ہو۔ وبا نے ان معیارات کی کس طور رد تشکیل کی ہے؟

> ''سینٹی ٹائزر خریدتے ہوئے لوگ کیمسٹ سے پوچھتے ہیں کہ حضرت اس میں خالص الکوحل ہے ناں۔۔۔ ٹیلی ویژن پر ان دنوں سینی ٹائزرز کے اشتہارات کی بھرمار ہے۔ جن پر جلی حروف میں درج ہوتا ہے کہ ہماری پراڈکٹ سو فیصد خالص الکوحل سے تیار کی جاتی ہے۔۔۔۔ اور سب مفتی سب مشائخ وغیرہ منہ میں گھنگھنیاں ڈالے بیٹھے ہیں، نہ کوئی دھمکی نہ کوئی فتویٰ آخر اس حرام شے کی برسرعام تبلیغ کیوں کی جارہی ہے۔ بلکہ آپ خبروں میں دیکھتے ہیں کہ یہی حضرات نہایت اہتمام سے وزیر اعظم ہاؤس میں داخل ہوتے ہوئے اس سے وضو کررہے ہوتے ہیں یہاں تک کہ مسجدوں میں بھی سینی ٹائزر کی بوتلیں سجی ہوتی ہیں اور نمازی اس سے مستفید ہوتے ہیں، نہ کوئی اعتراض نہ کوئی دھمکی۔۔۔ کورونا پر جو تحقیق جاری ہے اگر اس نتیجے پر پہنچے کہ الکوحل کورونا کو دور رکھنے کے لیے معاون ثابت ہوسکتا ہے تو کچھ بعید نہیں کہ باقاعدگی سے نہ سہی کبھی کبھار یہ حضرات گھونٹ دو گھونٹ پی ہی لیں، یا جس قدر ملے اور صبح کو توبہ کرلیں۔''(۱۳)

اس دوران مختلف طبقہ فکر کے علماء نے باقاعدہ فتوے جاری کیے ہیں، جن میں کورونائی صورت حال کے بیش نظر الکوحل والے سینی ٹائزر کا استعمال جائز اور اس سے مسجدوں کو سینی ٹائز کرنا بالکل درست عمل قرار دیا گیا ہے۔ دوران نماز کندھے سے کندھا مس کیے رکھنا واجب ہے، کورونا سے بچاؤ کی احتیاط کے بیش نظر نمازیوں کے درمیان دورانِ نماز سماجی فاصلہ برقرار رکھنے کا بھرپور اہتمام کیا جاتا رہا ہے۔ گھر میں نماز ادا کرنے اور جان بوجھ کر جماعت سے گریزاں ہونے کی وعیدوں کی بجائے اب گھر ہی میں نماز کے اہتمام کو افضل قرار دیا جارہا ہے۔ عام حالات میں دوران نماز چہرہ اور منہ ڈھانپنے کا عمل مکروہ تصور ہوتا ہے مگر کورونا کے دوران نماز میں ماسک سے چہرہ ڈھانپا جارہا ہے۔ خانہ کعبہ کا طواف کبھی بھی ایک سیکنڈ کے لیے ترک نہیں کیا گیا، وہ روک دیا گیا بلکہ عمرے حج کے

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 3, Issue 2, (April to June 2022)

ماخذ تحقیقی مجلہ

لیے ویزوں کا اجرا معطل کر دیا گیا۔ کورونا وائرس نے جہاں اسلام کے منبع و محور میں عبادات کو معطل کیا ہے۔ وہیں سعودی معشیت پر بھی گہرے اثرات مرتب کیے ہیں:

> ''برج الخلیفہ کا برج الٹ گیا تھا۔۔۔
> یہاں تک کہ اس کا، بڑے پرندے کا گھر بھی ویران پڑا تھا۔۔۔ اس کے رکھوالے اپنی جان بچانے کی خاطر۔۔۔ بڑے پرندے کے گھر کو بھی تیاگ گئے تھے۔۔۔ رعونت اور امارت کے مارے ہوئے اسے ویران کر گئے تھے۔۔۔ انسان کو پر لگ گئے تھے۔''(۱۴)

ایسے حالات میں جب سعودی عرب مذہب پر انسان کو فوقیت دیتے ہوئے تمام احتیاطی پابندیاں اپنے اوپر لاگو کر چکا ہے، وہیں ہمارے ہاں ایک ایسا طبقہ بھی موجود ہے جو عوام کو حوصلہ دینے اور وبا سے نمٹنے کی تدابیر سمجھانے کی بجائے ان میں خوف و ہراس پیدا کر رہا ہے۔ اس وبا کو خدا کی نافرمانیوں اور گناہوں کا خمیازہ گردانا جاتا ہے۔ عوام کو اپنے گھروں میں عبادات کرنے کی بجائے مسجد میں عبادت کی ترغیب دی جاتی ہے۔ ناول میں دیکھا جاسکتا ہے کہ عوام کو ڈیوٹی پر مامور پولیس سے کس طور پر الجھایا جارہا ہے۔

اس وبا میں عدم یقین اور تشکک کی فضا قائم ہو چکی ہے۔ کئی ایسے اعتقادات جو ہمہ گیر سچائی کا حصہ ہوا کرتے تھے، اب لوگ انہیں اپنی بساط بھر کسی نہ کسی کسوٹی پر جانچنے لگے ہیں۔ واحد متکلم قید تنہائی سے تنگ آکر داتا صاحب کی طرف رخ کرتا ہے تو راستے میں ایک موٹر سائیکل سوار راہ گیر اس بابے کو خود لیفٹ دیتا ہے اور منزل مقصود پوچھنے پر جب اسے یہ پتہ چلتا ہے کہ باباجی داتا صاحب کی طرف عازم سفر ہیں تو یوں مخاطب ہوتا ہے:

> ''باباجی۔۔۔ اب وہاں کون جاتا ہے۔۔۔ مکہ مدینہ ویران پڑے ہیں تو داتا صاحب بے چارے کس شمار قطار میں ہیں۔ ۶۵ء کی جنگ میں کہتے تھے کہ داتا صاحب لاہور پر پھینکے جانے والے دشمن کے بموں کو ادھر اُدھر کر دیتے تھے۔۔۔ اب اس وبا کو بھی دبوچ کر اِدھر اُدھر کریں تو مانیں۔''(۱۵)

وبا نے جہاں جینے کے انداز بدلے ہیں، وہیں خوشی کے ساتھ غمی اور مرنے کی رسومات پہلے ایسی نہیں رہیں، بہت کچھ بدل چکا ہے۔ کرونا نے موت فوت پر ہماری سماجی و تہذیبی رسوم و روایات کو توڑ کر بدل دیا ہے۔ اب کسی پیارے کی موت پر لوگوں کا جمِ غفیر نہیں ہوتا اور نہ ہی رسمی طور پر غسل و کفن دفن کا انتظام ہوتا ہے۔ میت کو

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 3, Issue 2, (April to June 2022)

ماخذ تحقیقی مجلہ

چارپائی پر کندھا دینے کی بجائے بند تابوت کو کرین یا رسیوں سے کھینچ تان کر قبر نما گڑھے میں پھینک کر اوپر سے مشینری چلاتے ہوئے برابر کر دیا جاتا ہے۔ میت کے سپرد خاک ہونے کے بعد اس کے نصیب میں اس کی لحد پر پھول چڑھنا نہیں ہیں بلکہ کرم کش زہریلی دواؤں الکوحلی سپرے کا چھڑکاؤ مرنے کے بعد ان کا مقدر ٹھہرتا ہے۔ ناول میں ایک ٹیلی ویژن رپورٹ سامنے آتی ہے جس کے مطابق نیویارک میں وبا کی شدت کے سبب تدفین کے لیے جگہ ناکافی ہو گئی ہے۔ لاشوں کو ٹھکانے لگانے کے لیے اجتماعی قبریں بنائی جا رہی ہیں۔[۱۶] ایسی وبائی صورت حال میں کفن دفن جن کے نصیب ہو رہا ہے وہ مقدر کے سکندر سے کسی طور پر کم نہیں، ورنہ کئی ممالک میں تو لاشیں ہسپتالوں اور سڑکوں پر پڑی ہیں، جنہیں اٹھانے اور ہاتھ لگانے والا کوئی نہیں۔ اگرچہ ہمارے ہاں ایسی صورت حال تو نہیں ہے، مگر قبل از وقت ایک فکر ضرور لاحق ہے۔ وبا کی اسی طرح کی وحشت کے سبب آخری عمر میں موت کا طالب غالب ایسا شاعر وبائے عام میں مرنا اپنی توہین سمجھتا ہے۔ ایسی صورت حال میں جب ہمارے سماج میں موت کو گلیمرائز کیا جا رہا ہے، وبا عام میں مرنے والوں کو شہدا کے درجہ پر فائز کیا جا رہا ہے۔ اس سب کے باوجود موت کی ہولناکی اور وحشت برابر قائم ہے۔ موت کی یہی وحشت واحد متکلم پر بھی طاری ہے:

> " وائرس قابو سے باہر ہو گیا تو مرنے والوں کی تدفین کا بندوبست کیا ہو گا۔۔۔ ہم اپنے مردے ہندوؤں کی مانند جلانے سے تو رہے کہ اس کے لیے بھی دیسی گھی کے کنستر، صندل کی لکڑی اور لوبان وغیرہ ہوں گے اور یہ کہاں سے آئیں گے، مہنگا سودا ہے۔ اور جہاں مردے کو کسی خود کار بھٹی میں جھونک کر اسے راکھ کر دینے کا سلسلہ ہے تو ہم نے اس سلسلے میں دور اندیشی نہیں برتی، مردے جلانے کے لیے ایسی بھٹیوں کی تعمیر میں غفلت سے کام لیا گیا۔۔۔ ورنہ ایک متبادل تو میسر ہوتا۔۔۔ اور جہاں تک سپرد آتش کرنے پر آمادگی کا تعلق ہے تو مجھے یقین ہے کہ اس کی بھی توثیق کر دی جائے گی۔ اگر الکوحل کو قبول کر لیا گیا ہے تو حالت اضطراری کے تحت مردوں کو نذر آتش کرنے پر بھی آمادگی ظاہر ہو سکتی ہے۔"[۱۷]

مابعد جدیدیت ہر طرح کی کلیت پسندی کی مخالف، مرکز جو رویے کے خلاف اور مرکز گریزیت کی حامل طرز فکر ہے۔ مابعد جدیدیت تخلیقیت کو بھی مائل بہ مرکز کی بجائے ایک مرکز گریز اور تکثیری قوت کے طور پر

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 3, Issue 2, (April to June 2022)

ماخذ تحقیقی مجلہ

دیکھتی اور پرکھتی ہے۔ کلیت پسندی، مرکزیت، سکہ بند آفاقی سچائی اور مہابیانیوں کے مقابلے میں مابعد جدیدیت کے اہم خصائص لامرکزیت، تکثیریت، غیر یکسانیت، مقامیت، بھرپور تخلیقیت اور بوقلمونی کی رنگارنگی گنوائے جاتے ہیں[۱۸]۔ مابعد جدیدیت کسی بھی سکہ بند نظریے کو حتمی نہیں مانتی بلکہ یہ تو سرے سے ہی نظریہ سازی کے خلاف ہے۔ کئی عظیم نظریے اور مہابیانیے اس وبا میں جس طور پاش پاش ہوئے ہیں، شاید ہی ماضی قریب میں کوئی ایسی مثال ملتی ہو۔ عظیم نظریات و مہابیانیات کی شکست و ریخت کا یہ عمل مابعد جدید طرز فکر کو مزید تقویت بخشتا ہے۔

حوالہ جات

۱۔ مستنصر حسین تارڑ، شہر خالی، کوچہ خالی (لاہور: سنگِ میل پبلی کیشنز، ۲۰۲۰ء)، ص ۷۴، ۷۵۔

۲۔ ڈاکٹر اورنگ زیب نیازی، ماحولیاتی تنقید نظریہ و عمل (لاہور: اردو سائنس بورڈ، ۲۰۱۹ء)، ص ۲۳۵۔

۳۔ مستنصر حسین تارڑ، شہر خالی، کوچہ خالی، ص ۱۲۸۔

۴۔ ایضاً، ص ۲۲۔

۵۔ ایضاً، ص ۱۴۳ : ۱۴۶۔

۶۔ http://amp.dw.com/ur/%DA

۷۔ مستنصر حسین تارڑ، شہر خالی، کوچہ خالی، ص ۱۴۳: ۱۴۴۔

۸۔ ایضاً، ص ۱۲۲۔

۹۔ گریگ گیرارڈ، ''ماحولیاتی تانیثیت، ماحولیاتی مارکسیت اور سماجی ماحولیات''، مشمولہ: ماحولیاتی تنقید۔ نظریہ اور عمل، ص ۲۲۵۔

۱۰۔ مستنصر حسین تارڑ، شہر خالی، کوچہ خالی، ص ۹۵۔

۱۱۔ ایضاً، ص ۴۳۔

۱۲۔ ایضاً، ص ۸۴۔

۱۳۔ ایضاً، ص ۱۱۶۔

۱۴۔ ایضاً، ص ۹۶۔

۱۵۔ ایضاً، ص ۸۲۔

۱۶۔ ایضاً، ص ۸۲: ۸۳۔

۱۷۔ ایضاً، ص ۱۲۴: ۱۲۵۔

۱۸۔ ڈاکٹر گوپی چند نارنگ، جدیدیت کے بعد (لاہور: سنگِ میل پبلی کیشنز، ۲۰۰۶ء)، ص ۲۸: ۲۹۔